ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

عہد نبوی ﷺ و صحابہؓ میں عورتوں کی تفویض شدہ ذمہ داریوں کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Assigned Responsibilities of Women in the Era of the Prophet ﷺ and the Companions

☆طوبیٰ خالد: ڈاکٹریٹ کے امیدوار، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور۔
☆☆ڈاکٹر حافظ محمد ابرار اعوان: اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو انسائیکلوپیڈیا و اسلام، پنجاب یونیورسٹی لاہور
☆☆☆عطاء رسول: ڈاکٹریٹ کے امیدوار، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا۔

Abstract

Islam has given a high position to women which no other religion has given. If the teachings of different religions and laws of the world are compared with this new unique and noble role of Islam, which Islam has given to the dignity and respect of women. Restoration, giving it a proper place in human society, liberating it from oppressive laws, unjust customs and men's selfishness, selfishness and arrogance, then the eyes of the objectors will be opened, and an educated and realistic person will have to bow his head in recognition and respect. In Islam, the position of a Muslim woman is high and influential, and she has been blessed with countless rights. ALLAH exalted the woman, but ignorant people made her a toy of flame and play. The records of history show that in every era, women suffered sufferings and atrocities, and how brutally they were thrown into what kind of low places, but when the cloud of mercy of Islam came, the status of women changed at once.

Key Words: Islam, Religion, Dignity, Liberating, Blessed, places, Era.

اسلام نے عورت کو اعلیٰ مقام دیا ہے، اسلام کی نظر میں انسانی لحاظ سے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ لہذا مرد کے لیے اس کی مردانگی قابلِ فخر نہیں ہے اور نہ عورت کے لیے اس کی نسوانیت باعثِ شرم کی بات ہے۔ ہر فرد کی زندگی میں عورت کسی نہ کسی صورت میں ایک موثر کردار ادا کرتی ہے۔ ایک متوازن اور ترقی یافتہ معاشرے کی بنیاد رکھنے میں عورت کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ قرآن مجید اور سنتِ رسول ﷺ میں عورت کے مقام کے بارے میں کئی ایک آیات موجود ہیں۔ عورت خواہ ماں، بہن، بیوی یا بیٹی ہو۔ اسلام نے ان میں سے ہر ایک کے حقوق و فرائض کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

کسی بھی انسان کے لیے ماں ہی زندگی کا مصدر ہوتی ہے، وہی دنیا میں اس کی آمد اور بقا کا سبب بھی، اسی لیے اس کا شکر ادا کرنا، اس کے ساتھ نیکی سے پیش آنا اور خدمت کرنا عورت کے اہم ترین حقوق میں سے ہے۔ حسن سلوک اور اچھے اخلاق سے پیش آنے کے سلسلے میں ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے، کیونکہ بچے کی پیدائش اور تربیت کے سلسلے میں ماں کو زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اسلام نے ان تمام تکالیف کو سامنے رکھتے ہوئے ماں کو زیادہ حسن سلوک کا مستحق قرار دیا، جو اسلام کا عورت پر بہت بڑا احسان ہے۔ [1]

[1] عورت اسلام کی روشنی میں، بوابۃ الازھر الکترونیۃ، 7 جولائی، 2021ء https://www.azhar.eg

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

بیٹیوں کو زندگی کا حق

زمانہ جہالت میں عرب کے بعض قبائل لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر سخت تہدید کی اور اسے زندہ رہنے کا حق دیا اور کہا کہ جو شخص اس کے حق سے روگردانی کرے گا، قیامت کے دن خدا کو اس کا جواب دینا ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴾[2]

(اور جب لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو پوچھا جائے گا۔ کہ وہ کس گناہ پر ماری گئی)۔

﴿ " وَكَذَلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾[3]

اسی طرح بہت سے مشرکوں کو ان کے شریکوں نے ان کے بچوں کو جان سے مار ڈالنا اچھا کر دکھایا ہے تاکہ انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور ان کے دین کو ان پر خلط ملط کر دیں اور اگر خدا چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو چھوڑ دو کہ وہ جانیں اور ان کا جھوٹ۔

اسلام میں مرد وعورت دونوں انسان ہیں اور وہ دونوں انسانیت کی حیثیت سے اپنی خلقت اور صفات کے لحاظ سے فطرت کا ایک عظیم شاہکار ہیں۔ جو اپنی خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے ساری کائنات کی محترم بزرگ ترین ہستی ہے۔

حصول علم کا حق

انسان کی ترقی کا دارومدار علم پر ہے اور کوئی شخص یا قوم علم کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ صرف مردوں یا کسی خاص طبقے کے لیے نہیں ہے بلکہ اسلام نے علم کو فرض قرار دیا اور مرد وعورت دونوں کے لیے اس کے دروازے کھولے اور جو بھی اس راہ میں رکاوٹ و پابندیاں تھیں، سب کو ختم کر دیا۔ اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص توجہ دلائی اور اس کی ترغیب دی، جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[4]

علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ایک دوسری جگہ ابو سعید خدری □ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوِ ابْنَتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ، فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ، وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ "[5]

"جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان کو تعلیم تربیت دی، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ (بعد میں بھی) حسن سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔"

---

[2] سورۃ التکویر، 81: 8-9

[3] سورۃ الانعام، 6: 137

[4] ابن ماجہ، ابو عبداللہ بن یزید القزوینی، ابن ماجہ، سنن، (بیروت: دار الفکر، 1415ھ)، رقم الحدیث: 224

[5] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، (الریاض: دار السلام، الطبعہ الاولی، 1418ھ)، رقم الحدیث: 1916

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اسلام مرد و عورت دونوں کو مخاطب کرتا ہے اور اس نے ہر ایک کو عبادات اور اخلاق و شریعت کا پابند بنایا ہے جو کہ علم کے بغیر ممکن نہیں۔ علم کے بغیر عورت نہ تو اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتی ہے اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر سکتی ہے؛ اس لیے مرد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے۔

شوہر کے انتخاب کا حق

شوہر کے انتخاب کے بارے میں اسلام نے عورت کو آزادی دی۔ لڑکیوں کی مرضی اور ان کی اجازت ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا تُنْكَحُ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، وَإِذْنُهَا الصُّمُوتُ"[6]

"شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے مشورہ نہ لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس کی اجازت حاصل کیے بغیر نہ کیا جائے۔"

مالیاتی حقوق

عورت کا نفقہ ہر حالت میں مرد کے ذمہ ہے۔ اگر بیٹی ہے تو باپ کے ذمہ۔ بہن ہے تو بھائی کے ذمہ، بیوی ہے تو شوہر پر اس کا نفقہ واجب کر دیا گیا اور اگر ماں ہے تو اس کے اخراجات اس کے بیٹے کے ذمہ ہے تاکہ ہر حالت میں عورت کی عزت و کرامت محفوظ رہے، ہاں البتہ اگر عورت اپنے شوہر یا اپنی اولاد کو خود اپنی مرضی سے پیسے یا زمین یا اپنی جائیداد دے یا کسی کو ہبہ کرے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے، لیکن اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا﴾[7]

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا۔ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

﴿ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ﴾[8]

صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے۔ اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا خدا نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔ خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔ اور خدا عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔

عورت اخلاقی اقدار کا آئینہ

[6] ایضا، رقم الحدیث:1107
[7] البقرۃ،2: 233
[8] الطلاق،65: 7

عورت کی شخصیت اور کردار ایک خاندان کی اخلاقی اقدار کا آئینہ دار ہوتی ہے کیونکہ عورت خاندان کی تشکیل کا بنیادی عنصر ہے۔ قدرت کی طرف سے تفویض شدہ اس ذمہ داری کو اگرچہ عورت صدیوں سے نبھاتی چلی آ رہی ہے مگر غور طلب بات یہ ہے کہ آج ہمیں اس موضوع کو زیر بحث لانے کی ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے؟ اور اگرچہ عورت اپنی ذمہ داریوں، فرائض اور کردار سے بخوبی آگاہ ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج عورت کے اس فطری کردار کو پرکھنے اور اس پر نظر ثانی کرنے کے سے کیا مقصود ہے؟

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی تخلیق کی ابتدا حضرت آدم علیہ اسلام سے فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام سے ہی حضرت حواؑ کو پیدا کیا۔ گویا مرد اور عورت دونوں ایک ہی جنس سے پیدا کئے گئے۔ یہ ممکن تھا کہ اللہ تعالی ایک ہی وقت میں بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتیں پیدا کر دیتا اور ان سے بیک وقت نسل انسانی کا سلسلہ چل نکلتا مگر ایک ہی وجود سے نسل انسانی کو وجود اور حیات بخش کر قدرت نے ایک طرف بنی نوع انسان کو ایک خاندان کا تصور دے دیا اور ان میں ایک نسبی تعلق پیدا کر دیا جس کو جذبہ رحم سے جوڑ دیا۔ جیسا کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللَّهُ[9]

"رشتہ داری رحمٰن سے تعلق رکھنے والی ایک شاخ ہے تو جو شخص اس کو ملائے گا اللہ کریم اس کو ملائے گا۔"

اور دوسری طرف قابل غور امر یہ ہے کہ اس سارے عمل میں اللہ رب العزت نے عورت کو خلقت بنی نوع انسان کا فریضہ عطا کر کے مرکزی کردار کا حامل بنا دیا اور اپنی "رحمت" کا خاص حصہ عورت کو "رحَم" کی صورت میں ودیعت کر دیا۔ تخلیق صرف خدا کا وصف ہے مگر دنیا میں اس کا آلہ کار عورت کو بنا دیا۔ گویا اللہ رب العزت نے انسانیت کو جوڑنے کے لیے جو وصفِ خاص عطا کیا وہ جذبہ رحم و ہمدردی ہے اور اس جذبہ کو بدرجہ اُتم عورت میں ودیعت کیا جس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ایک خاندان کو بنانے اور اسے مستحکم رکھنے میں عورت کا کردار کلیدی ہے جو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی تخلیق کی ابتدا حضرت آدم علیہ اسلام سے فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام سے ہی حضرت حواؑ کو پیدا کیا۔ گویا مرد اور عورت دونوں ایک ہی جنس سے پیدا کئے گئے۔ یہ ممکن تھا کہ اللہ تعالی ایک ہی وقت میں بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتیں پیدا کر دیتا اور ان سے بیک وقت نسل انسانی کا سلسلہ چل نکلتا مگر ایک ہی وجود سے نسل انسانی کو وجود اور حیات بخش کر قدرت نے ایک طرف بنی نوع انسان کو ایک خاندان کا تصور دے دیا اور ان میں ایک نسبی تعلق پیدا کر دیا جس کو جذبہ رحم سے جوڑ دیا۔

اسلامی معاشرے میں خاندان کی ابتدا مرد اور عورت کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے ہوتی ہے جو دراصل خاندان کے قیام کا پہلا تقاضا ہے اسی لئے اسلامی تہذیب اور تعلیمات میں نکاح کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں نبی مکرم ﷺ نے سادگی کے ساتھ نکاح کی تاکید فرماتے ہوئے نکاح کے لئے یہ معیار دیا کہ

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا[10]

---

[9] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، رقم الحدیث: 1931

[10] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 1961ء)، رقم الحدیث: 5090

”عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے۔اس کا مال، حسب نسب، خوبصورتی اور دینداری۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورت کو حاصل کرو“۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ[11]".

”تمہارے یہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے اپنے جگر گوشے کی شادی کر دو اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے گا۔“

ان احکامات سے اسلامی تعلیمات میں خاندان کے قیام اور استحکام کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ ایک خاندان میں وہ سارے نظام موجود ہوتے ہیں جو سوسائٹی میں بڑی شکل میں ہمارے سامنے آتے ہیں مثال کے طور پہ معاشی نظام، تعلیمی نظام، سماجی نظام، داخلی و خارجی نظام۔ خاندان میں محدود شکل میں نظر آنے والے یہ سارے نظام سوسائٹی میں انکی شکل وسیع پیمانے پر ہو جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اگر معاشرے کی اس اکائی کا نظام درست ہوگا تو اس کا اثر پورے معاشرے پر ہوگا۔

صحابیات کی معاشی ذمہ داریاں

زیر نظر مقالہ چونکہ عورتوں کی تفویض شدہ ذمہ داریوں سے متعلق ہے، لہٰذا ذیل کی سطور میں صحابیات کی معاشی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے ادوار میں کس طرح سے معاشی سرگرمیاں انجام دیں تاکہ عصر حاضر کی خواتین کے لئے انہیں مشعل راہ ثابت کیا سکے۔

قرآن کریم نے تجارت کے لفظ کو بار بار دہرایا ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے تجارت کے پیشہ میں بہت برکت رکھی ہے۔ حدیث میں بھی تجارت کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس حصوں میں سے نو حصے رزق اللہ نے تجارت میں رکھا ہے۔[12]

صحابیات میں سے حضرت اسماء بنت مخزمہ عطر کا کاروبار کرتی تھیں۔ ابن سعد فرماتے ہیں کہ ان کا بیٹا عبداللہ بن ربیعہ یمن سے عطر خرید کر انہیں بھیجتا تھا اور وہ اسے فروخت کرتی تھیں۔ ربیع بنت معوذ کہتی ہیں کہ ہم چند عورتوں نے ان سے عطر خریدا۔ جب انہوں نے ہماری بوتلیں عطر سے بھردیں تو گویا ہوئیں" اكتبن لي عليكن حقي "میری جو رقم تمہارے ذمہ واجب الاداء ہے، مجھے لکھ دو۔[13]

عَنْ سَهْلٍ، قَالَ:" كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ، وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَلِكَ[14]".

---

[11] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، رقم الحدیث: 1058

[12] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ، (السعودیہ: دار العاصمہ، ۱۴۱۹ھ)، ج: 7، ص: 352

[13] ابو عضنہ، زکی علی السید، عملالمراۃ بین الادیان والقوانین ودعاۃ التحریر، (دار الوفاء للطباعۃ والنشر، طبع اول: 2007ء)، ص: 174

[14] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 938

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے کھیت میں ایک سبزی (سلق، چقندر) اگایا کرتی تھی۔ جمعہ کے دن وہ اس کا سالن بنایا کرتی تھی، ہم جمعہ کی نماز کے بعد اس کے گھر چلے جاتے۔ اسے سلام کرتے اور وہ ہمارے لئے کھانا لگا دیتی۔ ہم پورا ہفتہ، جمعہ کا انتظار صرف اسی لئے کرتے تھے (کہ نماز جمعہ کے بعد کھانا ملے گا)۔

عہد رسالت میں بہت سی صحابیات طبابت کے پیشے سے بھی وابستہ تھیں۔ صحابیات جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تشریف لیجاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا فریضہ سرانجام دیا کرتی تھیں۔

عَنْ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحَى، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ[15]".

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ)غزوہ میں (شریک ہوتے تھے، مسلمان فوجیوں کو پانی پلاتیں تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور جو لوگ شہید ہو جاتے انہیں مدینہ اٹھا کر لاتیں تھیں۔

عہد رسالت میں رضاعت ایک جانا پہچانا پیشہ تھا اور بہت سی عورتیں اس پیشے سے وابستہ تھیں۔ قرآن حکیم نے ان مرضعات کو دستور کے مطابق معاوضہ دینے کا کہا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ﴾[16]

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا ہے اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے۔

حلیمہ سعدیہ نے سرور دو عالم ﷺ کو دودھ پلایا تو ام بردہ نے آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دودھ پلایا۔ جب حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو انصار کی عورتوں میں یہ بات ہوئی کہ انہیں دودھ کون پلائے گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں ام بردہ کے حوالے کر دیا۔[17]

مذہب اسلام ضرورت کے تحت ہر شے کی اجازت دیتا ہے مگر انسانیت کی خیر خواہی کے لئے اصول و ضوابط بھی مقرر کرتا ہے جس سے اعراض کی گنجائش نہیں۔

خاندان کے قیام اور استحکام میں عورت کا کردار

یہاں تک یہ امر تو واضح ہو گیا کہ خاندانی نظام کی اہمیت قطعی ہے مگر موجودہ حالات کے تناظر میں ایک خاندان کے قیام اور استحکام میں عورت کی ذمہ داری صرف تربیت تک محدود نہیں رہی بلکہ آج کے دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر عورت پر معاشی اور معاشرتی ذمہ داری پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ معاشی حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ مرد کے ساتھ عورت بھی خاندان کی کفالت میں حصہ لے۔ جس کے لئے عورت کا پڑھا لکھا ہونا بہت ضروری ہے جس کے لئے اسے گھر سے باہر جا کر معاشرے میں تعلیم بھی حاصل کرنا ہو گی اور تعلیم کے ساتھ ملازمت یا کاروبار کے ذریعے اپنے خاندان

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2882

[16] البقرۃ، 2: 233

[17] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول: 1990ء)، ج: 8، ص: 220

اور معاشرے کی ترقی میں بھی کردار ادا کرنا ہوگا۔ گویا عورت کے کردار کا دائرہ کار گھر سے معاشرے تک پھیل گیا ہے۔ معاشی اور معاشرتی کردار جو اب تک ایک اختیاری ذمہ داری تھی، اب ناگزیر ہو گیا ہے۔

مگر یہاں یہ بات واضح رہے کہ ان امور میں اضافے سے عورت اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے آزاد نہیں ہو گئی بلکہ پہلے سے زیادہ پابند اور ذمہ دار ہو گئی ہے۔ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات اور بڑھتی ذمہ داریوں نے جہاں عورت کے کردار کو بدل دیا ہے وہی عورت بہت سارے مسائل سے بھی دو چار ہو رہی ہے۔ اگرچہ موجودہ حالات تبدیلی کے متقاضی ہیں مگر معاشرہ ہو یا خاندان عورت کو آج بھی انہی پرانی روایات پر پرکھا جاتا ہے جو اس دور سے پہلے رائج تھیں۔ آج جب عورت تعلیم حاصل کرنے اور روزگار کے حصول کے لئے جدوجہد کرتی ہے تو خاندان اور معاشرہ اس کو وہ آسانی اور سہولت نہیں دیتا جو اس کا حق ہے اور ساتھ ہی اس سے یہ تقاضا بھی کرتا ہے کہ وہ اولاد کی تربیت اور خاندان کی ذمہ داری آج کے دور کے تقاضوں کے مطابق کرے۔ اس اخلاقی تضاد کی وجہ سے معاشرے میں ایک خلا پیدا ہو رہا ہے جو نہ صرف انفرادی سطح پر مرد و عورت کے تعلق کو متاثر کر رہا ہے بلکہ اس سے ہمارا خاندانی نظام بھی عدم استحکام کا شکار ہو رہا ہے۔

ان سارے حالات میں عورت کی طرف سے ایک شدید ردعمل سامنے آ رہا ہے جو دو شدت پسند طبقہ ہائے فکر کو جنم دے رہا ہے۔ ایک طبقہ عورت مارچ کی شکل میں ایک بالکل آزاد عورت کے تصور کا پرچار کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور دوسرا طبقہ عورت کو یکسر چار دیواری تک محدود کرنے کا قائل ہو رہا ہے۔ ان سب مسائل کی وجہ یہ ہے کہ عورت عدم تحفظ کا شکار ہو رہی ہے اور اس سے ہماری آنے والی نسلیں براہ راست متاثر ہو رہی ہیں۔ لہذا اس کے نتیجے میں ہمارا خاندانی اور معاشرتی نظام شدید بگاڑ سے دوچار ہو سکتا ہے۔ جس کی واضح مثال مغربی معاشرہ ہے جہاں خاندانی نظام زوال پذیر ہو چکا ہے۔ ''چائلڈ کرائسسز'' اور ''اولڈ ہومز'' کی بڑھتی ہوئی تعداد اس کا عملی ثبوت ہے۔

ان سب حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوال جنم لیتا ہے کہ ان مسائل کا تدارک کیسے ممکن ہے؟ اس سے پہلے یہ بات غور طلب ہے کہ مغربی معاشرے میں اس بگاڑ کی وجوہات کیا تھیں؟ مغربی معاشرے نے عورت کو حقوق کے نام پر تحفظ دینے کی آڑ میں اسے اس کی ذمہ داریوں سے یکسر مستثنیٰ قرار دے دیا۔ اور عورت نے ذمہ داریوں سے آزادی کو حقوق نسواں کا نام دے دیا۔ گویا اس سارے عمل میں خرابی عورت کے کردار کو نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی۔ اسلامی معاشرے میں خاندان کی ابتدا مرد اور عورت کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے ہوتی ہے جو دراصل خاندان کے قیام کا پہلا تقاضا ہے اسی لئے اسلامی تہذیب اور تعلیمات میں نکاح کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں نبی مکرم ﷺ نے سادگی کے ساتھ نکاح کی تاکید فرماتے ہوئے نکاح کے لئے یہ معیار دیا کہ

> عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ".[18]
>
> ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی اخیر میں تجھ کو ندامت ہو گی۔

[18] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 5091

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

لہذا آج حالات یہ تقاضا کرتے ہیں کہ عورت کے کردار کو سمجھا جائے، اسے وہ سارے وسائل اور مواقع بھی فراہم کیے جائیں جو اسے عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھیں اور اسے اخلاقی اور عملی تعاون بھی فراہم کیا جائے تا کہ وہ اپنے تمام امور اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے قابل ہو سکے۔ اور دوسری طرف عورت ترقی کی دوڑ میں اپنی اولین فرائضہ کو قطعی نظر انداز نہ کرے۔ بلکہ اس امر کو یقینی بنائے کہ اس کا خاندان اس کی توجہ کا مرکز و محور رہے۔ مرد عورت کے ساتھ گھریلو امور میں تعاون کرے اور عورت اس کے ساتھ معاشی ذمہ داریوں میں حصہ ڈالنے کی کوشش کرے جس سے خاندان مستحکم ہو گا اور ایک پر اعتماد، خوشحال اور محفوظ ماحول میں بچوں کی پرورش ہو گی جس سے نہ صرف خاندان بلکہ معاشرہ اچھی اقدار کا حامل ہو سکے گا۔

عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ میں خواتین کی تعلیم

خواتین کی تعلیم و تربیت اور اس میں ان کی سبقت ابتداء نبوت سے نظر آتی ہے، چناں چہ جب غار حرا میں سے سب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس وحی ''سورۂ اقرا'' کی ابتدائی آیات جس نے سب سے پہلے سنے اور ان کو یاد کیا، وہ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان آیات (سورۂ اقرا) میں پڑھنے اور انسانی تخلیق پر غور کرنے کا حکم تھا اور یہ حکم مرد و خواتین دونوں کو تھا؛ اسی لیے ابتداء عہد نبوی سے دونوں طبقے علم قرآن میں مشغول ہو گئے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی وفات کے پہلے نبوت کے بعد دس سال آپ کے ساتھ رہیں اور رسول اللہ ﷺ جو ارشاد فرماتے اور وحی الٰہی قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا، وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سنتی اور ان کو یاد رکھتی تھیں۔ مکی و مدنی عہد میں رسول اکرم ﷺ کی بیٹیاں قرآنی آیات کو سیکھتیں اور یاد کر لیتی تھیں، جس طرح مکہ کے مرد ایمان لاتے اور قرآن پڑھتے تھے، اسی طرح خواتین ایمان لاتیں اور قرآن یاد کرتی تھیں اور اس پر عمل کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے اور اس کے پہلے اپنی بہن فاطمہ کے گھر جانے اور ان کو قرآن پڑھتے دیکھنے کا واقعہ سیرت و احادیث کی کتابوں میں درج ہے۔

مکہ میں جب قرآن کے سورۃ الشعراء کی آیات نازل ہوئیں اور ان میں اپنے اعزہ و اقارب کو اسلام کی دعوت دینے اور ان کو تنبیہ و انذار کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے اپنی رشتہ دار خواتین اور بیٹیوں کو جمع کیا اور فرمایا:

> ان ابا هريرة، قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَنْزَلَ اللَّهُ: وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الأَقْرَبِينَ سورة الشعراء آية 214، قَالَ:" يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللَّهِ، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ، بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا"[19]
>
> الأقربین'' «اور اپنے خاندان کے قرابت داروں کو ڈرا ''نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے)صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر (آواز دی کہ اے جماعت قریش! یا اسی طرح کا اور کوئی کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت کے ذریعہ اپنی جانوں کو اس کے عذاب سے بچاؤ)اگر تم شرک و کفر سے باز نہ آئے تو (اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے ہاں میں تمہارے لیے بالکل کچھ نہیں کر سکوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اللہ کی بارگاہ میں میں

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 4771

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

تمہارے کچھ کام نہیں آسکوں گا۔اے صفیہ، رسول اللہ کی پھوپھی! میں اللہ کے یہاں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔اے فاطمہ! محمد)صلی اللہ علیہ وسلم (کی بیٹی! میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے لے لو لیکن اللہ کی بارگاہ میں، میں تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔

عہد نبوی ﷺ میں چند گھر دعوت کا مرکز تھا، جہاں تعلیم ہوتی تھی اور دعوت اسلام دی جاتی تھی،ان میں رسول اکرم ﷺ کا گھر پہلا تھا، جہاں قریش کے لوگوں کو کھانے پر بلا کر رسول اکرم ﷺ نے دین کی دعوت دی۔ حضور ﷺ کا یہ گھر خواتین کو علم ودین اور قرآن سکھانے کا مرکز تھا۔دوسرا مرکز 'دارارقم' تھااور تیسرا گھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا، جہاں اکثر رسول اللہ ﷺ جاتے تھے اور آپ کے ذریعہ ان کو دین کی باتیں سیکھنے کا موقع ملتا اور وہ قرآن کو پڑھتے اور یاد کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا بنیادی مقصد احکام الٰہی اور قرآن کی تعلیم وتزکیہ تھا۔سورۃ الجمعہ میں ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾[20]

”اسی نے اٹھایا امیوں میں ایک رسول،انہی میں سے جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے“۔

اسی لیے آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ مجھے معلم کے طور پر بھیجا گیا ہے اور میرا فرض ہے کہ میں لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے والا بنوں۔ایک تفصیلی واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ:

لَا تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا[21]."

”جو بی بی مجھ سے پوچھے گی،ان میں سے فوراً اسے خبر دوں گا؛اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا نہیں؛بلکہ مجھے آسانی سے سکھانے والا بنا کر بھیجا ہے“۔

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی تعلیم وتربیت برابر کرتے تھے اور آپ کی دعوتی واصلاحی مجالس میں خواتین بھی شامل ہوتی تھیں اور وہ بھی ایسے ہی قرآن یاد کرتی تھیں، جس طرح مرد یاد کرتے تھے۔وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت اور باتوں کو اسی طرح یاد کرتی تھیں اور ان پر عمل کرتی تھیں، جس طرح مرد یاد کرتے اور عمل کرتے تھے۔مکہ میں رسول اکرم ﷺ اپنی عم زاد ہمشیرہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر جایا کرتے تھے۔معراج کا واقعہ ان ہی کے گھر قیام کے دوران پیش آیا۔وہ کہتی ہیں کہ (معراج کا) یہ سفر جب پیش آیا تو رسول اللہ ﷺ میرے مکان میں تھے،آپ نے عشا کی نماز ادا کی، پھر سو گئے اور ہم بھی، صبح صادق سے کچھ قبل آپ نے ہم سب کو بیدار کیا،آپ کی معیت میں ہم نے فجر کی نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ام ہانی! جیسا کہ تم واقف ہو،عشا کی نماز میں نے تمہارے ساتھ ادا کی، پھر میں یروشلم گیا اور وہاں نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ نے اسرا اور معراج کا پورا واقعہ بیان کیا۔[22]

---

[20] الجمعہ،62: 2

[21] المسلم،ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم،(مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز،1417ھ)،رقم الحدیث:3690

[22] عبدالملک بن ہشام،السیرۃ النبویہ،(بیروت: مطبوعہ دارالکتب العلمیہ،1415ھ)،ج:2،ص:43-44

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ آئے اور دیگر صحابہ بھی اس کے بعد یا اس کے پہلے اپنے گھر والوں کے ساتھ مدینہ آئے، وہاں جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو مرد و خواتین مسجد نبوی میں آتے، نمازیں ادا کرتے اور علمی و تربیتی مجالس میں شریک ہوتے، نمازوں میں عشاء اور فجر میں رسول اکرم ﷺ قرآن مجید کی بڑی سورتیں تلاوت فرماتے تھے، رات کی نماز ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو مسجد میں آ کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ :

إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ[23]"

''جب تمہاری خواتین رات میں مسجد جانا چاہیں تو انہیں اجازت دے دو''۔

خواتین اپنے چھوٹے بچوں کے ہمراہ نماز کے لیے مسجد آیا کرتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرتی تھیں؛ مگر جب کبھی رسول اللہ ﷺ کسی بچے کی رونے کی آواز سنتے تو نماز میں سورہ کی تلاوت کو مختصر کر دیتے؛ تاکہ بچہ کی ماں اپنے بچے کی نگہ داشت کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ[24]."

''امام کو چاہیے کہ نماز کو ہلکی کرے؛ اس لیے جماعت میں بچے، بوڑھے، ناتواں اور بیمار ہوتے ہیں اور جب اکیلے نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے''۔

مسجد نبوی کی تعلیمی مجالس کے علاوہ خواتین اپنے مسائل کو پیش کر کے ان کے بارے میں صحیح جواب معلوم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے مکان پر آتیں اور اپنے سوال کا جواب پاتیں۔ ایک بار ایک نوجوان خاتون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کے گھر میں گئی اور اس نے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! میرے والد نے میری شادی اپنے بھتیجے سے اس لیے کر دی ہے؛ تاکہ اس کی کم تر حیثیت برتر ہو جائے، میں اس نکاح سے خوش نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے نکاح کے معاملہ کو اس کے اختیار میں دے دیا کہ چاہے وہ نکاح برقرار رکھے اور چاہے تو اس سے علاحدگی اختیار کرے۔ اس عورت نے عرض کیا کہ میں اپنے والد کے عمل پر اب راضی ہوں؛ لیکن میں نے یہ اس لیے کیا کہ عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ اولاد کے نکاح کے معاملے میں والدین کا ان پر ان کی مرضی کے خلاف کوئی حق نہیں ہے''۔

مدینہ منورہ میں اسلامی تعلیم کی اشاعت نے خواتین کے اندر اتنا شعور پیدا کر دیا تھا کہ وہ خواتین اپنے اختیارات کو سمجھنے لگی تھیں اور اس بارے میں رسول اکرم ﷺ سے براہ راست سوال کیا کرتی تھیں۔ صحابیات نے اس کی بہتر مثالیں قائم کیں، وہ تحصیل علم میں تکلف وحیا سے کام نہ لیتی تھیں، ان کے سوالات کی نوعیت عورتوں کے مسائل، عمومی امور اور بچوں و بوڑھوں کے مسائل اور آخرت میں ثواب وعقاب، موت وعذاب وغیرہ سے متعلق ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مرد و خواتین دونوں کو علمی سوال کرنے پر ہمت افزائی فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ[25]

---

[23] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 865

[24] سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد، رقم الحدیث: 794

"بلاشبہ جہالت کا علاج پوچھنا (سوال کرنا) ہے"۔

اللہ جل شانہ نے ایمان والوں کو ہدایت کی ہے کہ سوال کے ذریعہ علم حاصل کرو۔

﴿فَاسْأَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[26]

"اگر تم نہیں جانتے ہو تو ذکر والوں سے پوچھ لو"۔

ازواج مطہرات رسول اکرم ﷺ سے اکثر سوالات کیا کرتی تھیں اور ان کی علمی اور وعظ کی مجلسوں میں مسجد نبوی وغیرہ میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ خاص طور پر عیدین پر جمع ہوتی تھیں۔ یہ حکم رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات، صاحب زادیوں، عام خواتین اور لڑکیوں کو بھی تھا کہ وہ عیدین میں شریک ہوں، ایسے مواقع پر عیدین کی نماز کے ساتھ رسول اکرم ﷺ خصوصی خطبہ دیا کرتے تھے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ چاہے عورت حیض کی حالت میں ہو اور نماز نہ پڑھ سکتی ہو، پھر بھی وہ جائے اور ذکر الٰہی اور علم کی مجلس میں شریک ہوں۔

ان مجلسوں میں خواتین مردوں کی طرح قرآن وحدیث سنتیں اور انہیں یاد کرتیں، وہ نہ صرف یاد کرتیں؛ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے افعال واعمال کا بغور مشاہدہ کرتیں، انہیں اپنے دماغ کے ساتھ قلوب میں جاگزیں کرتیں اور جب واپس جاتیں تو اپنے گھر والوں کے علاوہ دوسرے مرد وخواتین کو جو وہاں نہ ہوتے ان کو مطلع کرتی تھیں۔ عہد نبوی میں تحصیل علم کے لیے خواتین کی رغبت اور جان فشانی بہت تھی، وہ کوئی موقع خالی نہیں جانے دینا چاہتی تھیں۔ خواتین یوں تو عمومی مجلسوں میں شریک ہوا کرتی تھیں؛ لیکن ان کے بعض مسائل کے استفسار میں شرم وحیا حائل ہوتی تھی؛ اس لیے ان کی درخواست پر رسول اکرم ﷺ نے خواتین کے سوالات کے جواب کے لیے ایک علاحدہ دن متعین فرما دیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ خواتین کے لیے الگ سے جگہ بھی متعین فرما دیتے تھے؛ تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ سوال کرسکیں۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں: "ایک عورت کی عقل میں فتور تھا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کام ہے، (یعنی کچھ کہنا ہے جو لوگوں کے سامنے نہیں کہہ سکتی)، آپ ﷺ نے فرمایا: "اے فلاں کی ماں (یعنی اس کا نام لیا) مجھے اس راستہ (یا گلی) کا پتہ بتاؤ جو تمہارے لیے مناسب ہے، میں وہاں پہنچ کر تمہاری بات کا جواب دوں"۔

وہ عورت کسی معاملہ کے بارے میں گفتگو کرنے کی خواہاں تھی، جہاں کوئی نہ ہو اور رسول اکرم ﷺ نے اس کو منظور فرما لیا۔ بلاشبہ عہد نبوی میں صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم وعنہن قرآنی علم کی بڑی شائق تھیں اور رسول اکرم ﷺ کی وفات سے سلسلہ وحی کے رک جانے سے بہت زیادہ غمزدہ ہو گئی تھیں۔ روایت میں ہے کہ:

قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا". قَالَ: فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ، فَقَالَا لَهَا:" مَا يُبْكِيكِ فَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ؟". قَالَتْ: إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِرَسُولِهِ، وَلَكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ، قَالَ: فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ، فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا[27].

---

[25] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، 1414ھ)، رقم الحدیث: 336

[26] النحل، 16: 43

[27] ابن ماجہ، ابو عبداللہ بن یزید القزوینی، ابن ماجہ، سنن، رقم الحدیث: 1635

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان کے ساتھ ام ایمن کے یہاں چلیں؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ ام ایمن کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، دونوں سے ان کی ملاقات ہوئی تو وہ رو رہی تھی، ان دونوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ کے لیے (وفات سے) اللہ کی رفاقت کہیں بہتر ہے۔ ام ایمن نے جواب دیا: میں اس لیے نہیں رو رہی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی رفاقت میں ہیں؛ بلکہ میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ یہ دونوں حضرات بھی رو پڑے''۔

علم کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ سب سے آگے تھے۔ ازواج مطہرات علم کے لیے کوئی موقع ضائع نہیں کرتی تھیں، یہاں تک کہ وہ اگر گھریلو کاموں میں ہوتی اور یہ معلوم ہو جاتا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں کچھ بیان کر رہے ہیں تو سارے کاموں کو چھوڑ کر سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو جاتیں، چناں چہ رسول اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنا واقعہ بیان کرتی ہیں کہ :

ایک دن وہ بالوں میں کنگھی کر رہی تھیں، اتنے میں انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو منبر سے یہ خطاب کرتے ہوئے سنا: اے لوگو! یہ سنتے ہی انہوں نے (اپنے مشاطہ) کنگھی کرنے والی خاتون سے کہا کہ ان کے بال جلد باندھ دے (اور کنگھی کرنا چھوڑ دے)، مشاطہ نے کہا: میں آپ پر قربان، حضور اکرم ﷺ صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ لوگو! ام سلمہ نے جواب دیا: تف ہے تجھ پر، کیا لوگوں میں ہم شامل نہیں ہیں، پھر جلدی جلدی انہوں نے اپنے بال باندھے اور مکان کے اس حصہ میں جا کھڑی ہوئیں، جہاں سے انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! قیامت کے دن جب میں حوض پر کھڑا ہوں گا تو تم گروہ در گروہ حاضر ہو گے، پھر تم میں سے بعض کو دوسری سمت لے جایا جائے گا، میں تمہیں آواز دوں گا کہ آؤ میری جانب آؤ، تب میری پشت پر پکارنے والا کہے گا، آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، یہ آپ کے بعد بدل گئے تھے؛ تب میں کہوں گا: دور ہو، دور ہو''۔[28]

رسول اکرم ﷺ کی علمی مجلس اور ازواجِ مطہرات

رسول اکرم ﷺ کی علمی مجلسوں سے ازواج مطہرات استفادہ کے لیے مشتاق رہتی تھیں۔ یہی حال مدینہ منورہ کی دوسری خواتین کا بھی تھا، وہ بھی اس موقع کو کسی بھی حال میں ضائع نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں۔ حضرت فاطمہ بنت قیس معروف صحابیہ ہیں، وہ مہاجرین کے اولین دستہ میں شامل تھیں، جہاں میں ان کے شوہر شہید ہو گئے تھے؛ اس لیے عدت وفات میں عدت کے خاتمہ پر اذان کی آواز سنتے ہی مسجد نبوی میں گئیں، نماز ادا کی اور نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ منبر پر گئے اور آپ نے خطاب کیا، جسے انہوں نے یاد کر لیا، ان کی یہ روایت صحیح مسلم اور دیگر حدیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ خاص بات تھی کہ ان کو جب علم ہوا کہ نماز کے بعد حضور ﷺ خطاب فرمائیں گے تو وہ گھر کے بجائے مسجد نبوی میں نماز کے لیے گئیں۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام اور صحابیات دونوں علم و عمل میں ممتاز تھے اور انہوں نے مختلف علوم وفنون میں امتیاز حاصل کیا تھا، چاہے وہ قرآن وحدیث ہو، یا شعر وادب، لغت وطب ہو، یا تاریخ وخطاطی، یا مختلف دستکاری کے فنون ہوں، انہوں نے ہر ایک فن میں امتیاز حاصل کیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عہد نبوی میں اولاد کے لیے بچپن سے ہی تعلیم حاصل کرنے اور تربیت کا ماحول قائم تھا۔

عورت بحیثیت معلمہ

[28] ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، (بیروت: مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، 1421ھ)، ص:314۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

اسلام وہ مذہب ہے کہ تعلیم و تحقیق اس کا نقطہ آغاز ہے۔وہ گود سے گور تک طلبِ علم کا درس دیتا ہے اور عالم و جاہل میں علم کی بنیاد پر تفریق کر کے علماء کو اعلیٰ مناصب عطا کرتا ہے۔دینِ اسلام علومِ دینیہ اور علومِ عصریہ کی تفریق کا قائل نہیں بلکہ وہ علوم کی تقسیم علوم نافعہ و غیر نافعہ کی بنیاد پر کرتا ہے اور اس سلسے میں مرد ہو یا عورت،ہر ایک کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔غزوہ بدر میں وہ کفار جو قیدی تھے،کا کفارہ دس دس بچوں کو تعلیم دینا قرار پایا۔

عَنِ الشِّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَتْ:" دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ، فَقَالَ لِي:" أَلَا تُعَلِّمِينَ هَذِهِ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيهَا الْكِتَابَةَ"[29]

حضرت شفاء بنت عبداللہ ؓ کو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جیسے تم نے حفصہ ؓ کو کتابت سکھائی ہے تو کیا انہیں مرضِ نملہ کی دعا نہیں سکھاؤ گی؟۔

رسول اللہ ﷺ کی کثرت ازواج میں اصحاب کی دلجوئی،عداوتوں کے خاتمے سمیت ایک حکمت یہ بھی تھی کہ ازواجِ مطہرات کو دینِ اسلام کی تعلیم دے کر انہیں دین سکھانے پر مامور کر دیا جائے تاکہ خواتین کے وہ مسائل جن کے بیان کرنے میں ایک مرد کے لئے شرم وحیاء مانع ہوتی ہے،کا بہترین بندوبست ہو جائے۔یہی وجہ ہے کہ ازواجِ مطہرات نے شوق ورغبت سے دین سیکھا اور پھر اسے امت تک بخوبی پہنچایا۔[30]

حضرت عائشہ ؓ کی کل مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔حضرت ام سلمہ ؓ کی مرویات کی تعداد ۳۷۸ ہے اور پینتیس سے زیادہ صحابہ وتابعین نے آپ سے احادیث نقل کی ہیں۔آپ فقہ میں بھی نمایاں مقام رکھتی ہیں اور آپ کا شمار فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے۔حضرت حفصہ ؓ سے ۶۰ احادیث منقول ہیں اور بارہ سے زیادہ افراد نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔حضرت میمونہ بنت حارث ؓ نے ۴۶ جبکہ ام حبیبہ ؓ نے ۶۵ احادیث،رسول اللہ ﷺ سے نقل کی ہیں۔[31]

ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ سے تقریباً ایک ہزار روایات مروی ہیں جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہیں اور ستر کے قریب صحابیات ایسی ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے روایات نقل کی ہیں اور بڑے ائمہ ان کے شاگرد ہیں۔امام ابن تیمیہ ؒ وامام ابن قیم جوزیہ ؒ ایک مشہور عالمہ فخر النساء کے تلامذہ میں سے ہیں۔علامہ ابن عساکر ؒ نے ۸۱ اور امام مسلم ؒ نے ۷۱ عورتوں سے میراثِ نبوی کو حاصل کیا ہے۔

خلاصہ بحث

عہد نبوی میں والدین اوائل عمر سے ہی بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ کرتے تھے،ان کو علمی و دینی مجلسوں میں لے جاتے تھے،بچوں کو خواتین بھی تعلیم دیتی تھیں۔یہ بچے قرآن وحدیث اور اخلاقیات،شعر وادب ودیگر علوم وفنون،ضروریات زندگی کی دستکاری،گھریلو کاموں کی انجام دہی کے طریقے حاصل کرتے تھے۔عہد نبوی وعہد صحابہ کی نئی نسل کی کامیابی کی ایک اہم وجہ بچپن میں ان کی ماؤں ودیگر خواتین کے ذریعہ ان کی اعلیٰ تعلیم وتربیت تھی،وہ کمسنی ہی میں احکام دین سے روشناس ہو جاتے اور ان کے دلوں میں ایمان وتقویٰ راسخ ہو جاتا۔احادیث بیان کرنے میں اکثر اولاد اپنے ماں باپ سے سن کر یاد کر کے بیان کرتے،جس طرح اپنے علم وروایات حدیث کو خواتین صحابیات دیانت داری سے محفوظ رکھتیں،علم کے لیے محنت

---

[29] سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 3387

[30] ندوی، ڈاکٹر رضی الاسلام، حقائق الاسلام، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز)، ص: 83

[31] ندوی، ڈاکٹر رضی الاسلام، امہات المومنین اور فروغ علم (مضمون)، http://www.raziulislamnadvi.com/

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

کرتیں،اس کااثر بعد کی صدیوں میں بھی قائم رہا۔تقریبا۲۱/سو صحابیات سے تو موجودہ حدیث کی کتابوں میں ان کی روایات درج ہیں اور عہد صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور بعد کے ادوار میں آٹھویں اور نویں صدی ہجری تک تو ایسی باکمال مفسرات قرآن و محدثات خواتین کی تعداد ہر صدی میں سینکڑوں میں ملتےء ہے اور ہر صدی کے مرد محدثین وائمہ کرام نے خواتین محدثات ومفسرات قرآن سے علم حدیث حاصل کیا اوران سے روایت کی۔چاہے امام ابوحنیفہ ہوں،امام مالک ہوں،امام احمد بن حنبل ہوں،امام محمد بن شہاب زہری ہوں،بیشتر خواتین باضابطہ درس وتدریس کا کام انجام دیتی تھیں اوراس کا کوئی معاوضہ بھی نہیں لیتی تھیں،ایسے شوہروں کی بھی بڑی تعداد ہے، جنھوں نے باضابطہ اپنی بیویوں کی سند سے احادیث بیان کی ہیں۔صحاح ستہ جو احادیث کی معروف ومشہور کتابیں ہیں،ان میں 2539احادیث خواتین صحابیات سے نقل کی گئی ہیں،ایسی خواتین صحابیات جنہوں نے احادیث کو یاد رکھا اوران کو بیان کیا،ان کی تعداد دوہزار سے زائد ہے،یہی حال ان سے منقول دیگر علوم وفنون کا ہے،جو تعداد صحابیات عالمات ومحدثات کی تاریخ وحدیث کی کتابوں میں منقول ہے،ان کی علمی تحریک سے یہ تعداد بڑھتی رہی ہے اور بعض ایک ایک محدثین کے خواتین اساتذہ کی تعداد تین تین تک پہونچتی ہے۔خواتین کی اس علمی محنت،شغف اور تدریس کے لیے کوشش نے پورے عالم اسلام کو دسویں صدی ہجری تک علم وحکمت اور دیگر فنون میں آگے رکھا۔آج بھی اسی تحریک کی ضرورت ہے،ہر گھر کو علم وحکمت،تدریس ومطالعہ والا گھر ہونا چاہیے،یہی طریقہ اس امت کو آگے بڑھائے گا۔اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

مصادر ومراجع

* القرآن الکریم
* ابن سعد،الطبقات الکبریٰ، تحقیق: محمد عبدالقادر عطا،(بیروت: دارالکتب العلمیہ، طبع اول:1990ء)۔
* ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم،(مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز،1417ھ)۔
* ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر،تاریخ دمشق الکبیر،(بیروت: مطبوعہ داراحیاء التراث العربی،1421ھ)۔
* ابوعبداللہ بن یزید القزوینی،ابن ماجہ، سنن،(بیروت: دارالفکر،1415ھ) ۔
* ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ،الجامع الترمذی،(الریاض: دارالسلام،الطبعہ الاولیٰ،1418ھ)۔
* ابوعضنہ، زکی علی السید، عملالمراۃ بین الادیان والقوانین ودعاۃ التحریر،(دارالوفاء للطباعۃ والنشر، طبع اول:2007ء)۔
* احمد بن علی بن محمد،ابن حجر عسقلانی،المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ،(السعودیہ: دارالعاصمہ،۱۴۱۹ھ) ۔
* ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، حقائق الاسلام،(نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز)۔
* سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد،(بیروت: مطبوعہ دارالکتب العلمیہ،1414ھ)۔
* عبدالملک بن ہشام،السیرۃ النبویہ،(بیروت: مطبوعہ دارالکتب العلمیہ،1415ھ)۔
* محمد بن اسماعیل بخاری،الجامع الصحیح،(کراچی: قدیمی کتب خانہ،1961ء)۔